بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنسان کی اصل قوت دِل کی قوت ہے اور دِل کی قوت ایمان سے حاصل ہوتی ہے۔ ایمان سرسبز وشاداب ذکرِ الٰہی کی بارش سے رہتا ہے۔ ذکرِ الٰہی یوں تو سانس کی طرح ہر وقت ایمانی زندگی کے لیے ضروری ہے اس لیے کہ اِنسان ہر وقت شیطان سے مصروفِ جنگ ہے لیکن حالات زیادہ صبر آزما ہوں تو یہ ذِکر بھی زیادہ مقدار میں مطلوب ہوگا۔ مومن کے اندر عزم کا سرچشمہ یہی ہے۔

نیز دُنیا میں جو کچھ گمراہی پھیلی ہے اِس کا سبب صرف اِنسان کا اِس بات کو بھول جانا ہے کہ خدا اس کا رَب ہے اور وہ اس کا بندہ ہے اور دُنیا میں اُس کو آزمائش کے لیے بھیجا گیا ہے اور دُنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد اُسے اپنے رَب کو حساب دینا ہوگا۔ پس جو شخص راہِ راست پر چلنا اور دوسروں کو اس کی دعوت دینا چاہتا ہو اُس کو سخت اہتمام کرنا چاہئے کہ یہ بھول کہیں خود اُس کو لاحق نہ ہو جائے۔ اسی لیے قرآنِ مجید اور اَحادیثِ مبارکہ میں نماز، ذکرِ الٰہی اور دائمی توجہ الی اللہ کی بار بار تاکید کی گئی ہے۔

فضائل ذِکر......قرآن کی روشنی میں

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

- "اور تم اُن میں سے نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ پھر (اُس کے بدلے میں) اللہ نے اُن کو اُن کے نفس بھلا دیئے (نتیجتاً وہ اپنے آپ کو بھلا بیٹھے)"۔ (الحشر ۱۹:۵۹)
- "اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے اس کے بندے اور اس کی بندیاں۔ اللہ نے اپنے اِن بندوں اور بندیوں کے لیے تیار رَکھی ہے خاص بخشش اور عظیم ثواب"۔ (الاعراف ۹:۷)
- "اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اور تمہاری اَولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو کوئی ایسا کرے گا تو ایسے ہی لوگ (آخر کار) گھاٹے میں رہیں گے"۔ (المنافقون ۹:۶۳)
- "میرے بندو! تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا"۔ (البقرۃ ۱۵۲:۲)
- "جس نے میرے ذِکر سے منہ موڑا اُس کے لیے تنگی کا جینا ہوگا"۔ (طٰہٰ ۱۲۴:۲۰)
- "اور اپنے رَب کا ذِکر کرو، اپنے جی میں، گڑگڑا کر اور خوف کی کیفیت کے ساتھ"۔ (الانفال ۲۰۵:۸)
- حضرت یونس علیہ السلام کے مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کی وجہ بھی تسبیح ہی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا:
  "سو اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا تو روزِ قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں (پڑا) رہتا"۔ (صافات ۱۴۳:۳۷-۱۴۴)

فضائل ذِکر......احادیث مبارکہ کی روشنی میں

آپ ﷺ نے فرمایا:

- "شیطان اِنسان کے دِل پر گھات لگائے بیٹھا رہتا ہے پس جب اِنسان اللہ کو یاد کرتا ہے شیطان ہٹ جاتا ہے لیکن جب اللہ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے تو وسوسے ڈالنے لگتا ہے"۔ (بخاری)
- "ہر چیز کی صفائی کے لیے کوئی صیقل (صفائی کا خاص مسالہ) ہے اور قلوب کی صیقل ذکرِ الٰہی ہے اور اللہ کے عذاب سے بچانے اور نجات دِلانے میں اللہ کا ذِکر جس قدر

مؤثر ہے اتنی کوئی دوسری چیز نہیں"۔ (بیہقی)

- "جو شخص کہیں بیٹھا یا لیٹا اور اس نشست میں اُس نے اللہ کو یاد نہیں کیا تو یہ نشست اُس کے لیے بڑی حسرت اور خسران کا باعث ہوگی"۔ (ابوداؤد)
- "اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں: "میرا بندہ جب مجھے یاد کرتا ہے تو میں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنے جی میں اِس طرح یاد کرے کہ کسی اور کو خبر بھی نہ ہو تو میں بھی اُس کو اسی طرح یاد کروں گا اور اگر وہ دوسرے لوگوں کے سامنے مجھے یاد کرے تو میں اُن سے بہتر (یعنی ملائکہ کی) جماعت میں اُس کا ذکر کروں گا"۔ (متفق علیہ)
- "ایک شخص نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ جہاد کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر اَجر پانے والا کون ہے؟ فرمایا: "جو اُن میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ یاد کرنے والا ہے"۔ پھر اس شخص نے اسی طرح نماز، روزہ، زکوۃ، حج اور صدقہ ادا کرنے والوں کے متعلق پوچھا۔ حضور ﷺ نے ہر ایک کا یہی جواب دیا کہ "جو اُن میں سے اللہ کو سب سے زیادہ یاد کرنے والا ہو"۔ (مسند احمد)
- "اللہ کے ذکر کے بغیر زیادہ کلام نہ کیا کرو، کیونکہ اس سے دِل میں قساوت (سختی اور بے حسی) پیدا ہوتی ہے اور لوگوں میں وہ آدمی اللہ سے زیادہ دور ہے جس کے قلب میں قساوت ہو"۔ (ترمذی)

ذِکر کے ذرائع

نماز

نماز ذکرِ الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ قرآن میں جگہ جگہ یہ بات واضح کی گئی ہے کہ خدا کی راہ میں شیطان اور اُس کے ساتھیوں کی طرف سے جو مزاحمتیں پیش آتی ہیں اُن کے مقابلے کے لیے روحانی طاقت نماز ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ یہی چیز بندے کو خدا سے جوڑتی ہے اور جب بندہ اپنے رَب سے جڑ جاتا ہے تو اُس پر اَنوار و برکاتِ رحمانی کا فیضان ہوتا ہے۔ دِل وسوسوں اور کمزوریوں سے پاک ہو کر پورے عزم و حوصلے سے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کو جب کوئی مشکل پیش آتی آپ ﷺ نماز کی طرف لپکتے تھے۔

قرآنِ مجید

قرآن مجید کی تلاوت بھی ذکرِ اللہ کی ایک قسم ہے اور بعض حیثیتوں سے سب سے افضل اور اعلیٰ ہے۔ اِس میں بندے کی مشغولیت اللہ تعالیٰ کو بے حد محبوب ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

- "یہ دِل اسی طرح زنگ آلود ہو جاتے ہیں جس طرح پانی لگنے سے لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ان کی صفائی کرنے کی کیا صورت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: موت کو کثرت سے یاد کرنا اور قرآنِ مجید کی تلاوت میں مشغول رہنا"۔ (مشکوٰۃ)

قلب کا زنگ یہ ہے کہ وہ اللہ سے اور آخرت سے غافل اور بے فکر ہو جائے یہ سارے چھوٹے بڑے گناہوں کی جڑ ہے۔

- "ایک شخص جو قرآنِ مجید کی تلاوت میں اِس درجے مشغول رہتا ہے کہ دیگر وظائف اور اللہ سے دعا و سوال کی فرصت نہیں پاتا تو اللہ تعالیٰ اُس کے بارے میں خود فرماتا ہے کہ وہ اُس پر خوش ہو کر وہ تمام چیزیں اُس کو عطا کر دیتا ہے جن کے بارے میں وہ اللہ کے حضور دستِ سوال دراز کرنا چاہتا تھا"۔ (ترمذی)
- "اے ابوذرؓ! اگر تو صبح اٹھتے ہی قرآنِ مجید کی ایک آیت سیکھ لے (اُسے باترجمہ

فضائل ذکر

پڑھ کر اُس کا مفہوم جان لے) تو وہ تیرے لیے سو رکعت نوافل پڑھنے سے بہتر ہے"۔ (ابوداؤد)

دُرود

دُرود کا حکم ہمیں قرآن میں یوں دیا گیا ہے:

"اللہ اور اُس کے فرشتے پیغمبر ﷺ پر دُرود بھیجتے ہیں۔ مومنو! تم بھی پیغمبر ﷺ پر درود و سلام بھیجا کرو"۔ (الاحزاب:۵۶)

قرآن میں یہ انداز دوسرے کسی اعلیٰ سے اعلیٰ عمل کے لیے بھی اختیار نہیں کیا گیا کہ خدا اور اُس کے فرشتے یہ کام کرتے ہیں تم بھی کرو۔ دُرود دُعا ہے اللہ کے حضور، کہ اے رَب جس طرح تیرے نبی ﷺ نے ہم پر بے پایاں اِحسانات فرمائے ہیں تو بھی اُن پر بے حد و حساب عنایات فرما۔ اُن کا مرتبہ دُنیا و آخرت میں سب سے زیادہ بلند فرما۔ دُرود تو فطری طور پر ہر اُس مسلمان کے دِل سے نکلے گا جسے یہ احساس ہو کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بعد ہمارے سب سے بڑے محسن ہیں اور جتنا زیادہ آدمی اُن کے احسانات کا قدر شناس ہوگا اُتنا ہی زیادہ حضور ﷺ پر درود بھیجے گا۔

پھر ذرا غور کریں اگر آپ کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کا فلاں بندہ آپ اور آپ کے سب متعلقین کے لیے اچھی اچھی دعائیں اہتمام اور خلوص کے ساتھ کرتا ہے تو آپ کے دِل میں اُس کی کتنی قدر و محبت ہوگی۔ پھر جب کبھی وہ بندہ آپ سے ملے گا تو آپ کس طرح اُس سے ملیں گے۔ اِس مثال سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ جو بندہ ایمان و اخلاص کے ساتھ رسول ﷺ پر کثرت سے درود پڑھے گا اُس پر آپ ﷺ کی کیسی نظرِ عنایت ہوگی اور قیامت و آخرت میں اُس کے ساتھ آپ ﷺ کا معاملہ کیا ہوگا۔ اور رسول ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کا جو مقام حاصل ہے اُس کے پیشِ نظر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اِس بندہ سے اللہ تعالیٰ کتنا خوش ہوگا اور اُس پر اللہ کا کتنا کرم ہوگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

- "قیامت کے دِن مجھ سے قریب ترین اور مجھ پر زیادہ حق رکھنے والا میرا وہ اُمتی ہوگا جو مجھ پر زیادہ دُرود بھیجنے والا ہوگا"۔ (ترمذی)
- "اصلی بخیل اور کنجوس آدمی وہ ہے، جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر دُرود نہ بھیجے"۔ (ترمذی)
- "جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا، اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ اِس کے دَس گناہ معاف فرمائے گا اور دَس درجے بلند فرمائے گا"۔ (سنن نسائی)

دُعا

قرآن کے مطابق اِنسان کی تخلیق کا اَصل مقصد عبادت ہے اور حدیث کے مطابق:

"دُعا عبادت کا مغز اور جوہر ہے"۔ (ترمذی)

لہٰذا انسانوں کے اَعمال میں دُعا ہی سب سے زیادہ محترم اور قیمتی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت کو کھینچنے کی سب سے زیادہ طاقت اِسی میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

- "تم میں سے جس کے لیے دُعا کا دروازہ کھل گیا اُس کے لیے رحمت کے دروازے کھل گئے۔ اور اللہ کو سوالوں اور دعاؤں میں سب سے زیادہ محبوب یہ ہے کہ بندے اُس سے عافیت کی دُعا کریں"۔ (ترمذی)
- "جو اللہ سے نہ مانگے اُس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے"۔ (ترمذی)
- "جو شخص یہ چاہتا ہے کہ مصائب کے وقت اللہ تعالیٰ اُس کی دُعا کو جلد قبول کر لے اُسے چاہئے کہ عیش و راحت کے ایام میں خوب مانگا کرے"۔ (ترمذی)

- ”کیا میں تمہیں وہ عمل بتاؤں جو تمہارے دشمنوں سے تمہارا بچاؤ کرے اور تمہیں بھرپور روزی دِلائے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ سے دُعا کیا کرو رات اور دِن میں کیونکہ دُعا مومن کا خاص ہتھیار (یعنی اُس کی خاص طاقت) ہے“۔ (مسندِ ابی یعلی الموصلی)
- ”جب اللہ سے دُعا مانگو تو اِس یقین کے ساتھ کرو کہ وہ ضرور قبول اور عطا فرمائے گا اور جان لو اور یاد رکھو کہ اللہ اُس کی دُعا قبول نہیں کرتا جس کا دِل (دُعا کے وقت) اللہ سے غافل اور بے پرواہ ہو“۔ (ترمذی)
- ”جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو اس طرح نہ کہے کہ اے اللہ! تو اگر چاہے تو مجھے بخش دے۔ اور تو چاہے تو مجھ پر رحمت فرما اور تو چاہے تو مجھے روزی دے۔ بلکہ اپنی طرف سے عزم اور مراد کے ساتھ اللہ کے حضور اپنی مانگ رکھے۔ بے شک وہ کرے گا وہی جو چاہے گا کوئی ایسا نہیں جو زور ڈال کر اُس سے کروا سکے“۔ (بخاری)
- ”تمہاری دُعائیں اُس وقت تک قبول ہوتی ہیں جب تک کہ جلد بازی سے کام نہ لیا جائے۔ جلد بازی یہ ہے کہ بندہ کہنے لگے کہ میں نے دُعا کی تھی مگر وہ قبول نہیں ہوتی“۔ (مسلم)
- ”جو مومن بندہ کوئی دُعا کرتا ہے جس میں کوئی گناہ کی بات نہ ہو اور نہ قطع رحمی ہو تو اللہ کی طرف سے اُس کو تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور عطا ہوتی ہے، یا تو جو اُس نے مانگا وہی اُس کو ہاتھ کے ہاتھ عطا فرما دیا جاتا ہے یا اُس کی دُعا کو آخرت میں اُس کا ذخیرہ بنا دیا جاتا ہے یا آنے والی کوئی مصیبت اور تکلیف اِس دُعا کے حساب میں روک دی جاتی ہے“۔ (مسندِ احمد)

اُمتِ مسلمہ کو حضور ﷺ کے ذریعے روحانی دولتوں کے جو خزانے ملے ہیں اُن میں سب سے بیش قیمت خزانہ اُن دعاؤں کا ہے جو مختلف اَوقات میں اللہ تعالیٰ سے خود آپ ﷺ نے کیں یا اُمت کو اِن کی تلقین فرمائی۔ اِن دعاؤں کا ایک عام عملی پہلو یہ بھی ہے کہ اِن سے دُعا کرنے اور اللہ سے اپنی حاجتیں مانگنے کا سلیقہ اور طریقہ معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا قرآن وحدیث کی بتائی ہوئی دعاؤں کا وِرد رَکھنے اور اُن کے الفاظ اور مفہوم پر غور کرنے سے ذہن وفکر کی یہ تربیت بھی ہوتی ہے کہ مومن کی تمنائیں اور التجائیں کیا ہونی چاہئیں اِس لیے برابر کوشش کرتے رہیں کہ آپ کو اللہ سے مانگنے کے لیے دُعا کے وہی الفاظ یاد ہو جائیں جو قرآن پاک اور اَحادیث رسول ﷺ میں آئے ہیں۔ ظاہر ہے اُن سے اچھے الفاظ اور انداز کوئی کہاں سے لائے گا۔ اور پھر دین ودُنیا کی کوئی حاجت اور خیر کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کے لیے دُعا نہ سکھائی گئی ہو۔ ویسے دُعا کے لیے کسی زبان، انداز یا الفاظ کی کوئی قید نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ قرآنی اور مسنون دعاؤں کو حفظ کر لیا جائے اور مختلف اوقات میں چلتے پھرتے اور نماز میں اور نمازوں کے بعد جب یاد آئے اِن کو پڑھتے رہیے۔ یہ دعائیں سجدے میں بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔ حضور ﷺ نے تقریباً تمام موقعوں کے لیے دعائیں سکھائی ہیں۔ اِن کے لیے نہ وضو، نہ ہاتھ اُٹھانے کی، نہ بولنے کی شرط ہے۔ دِل ہی دِل میں اللہ تعالیٰ سے مانگ لیں۔

اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کا آسان ترین اور مختصر ترین راستہ یہ ہے کہ انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ سے مانگتا رہے۔ دعا کرتا رہے۔ جو دُکھ، پریشانی، حاجت ہو، بس اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔ مثلاً اگر گرمی لگ رہی ہے تو کہیں: اے اللہ! گرمی دور فرما دیجئے...... بجلی چلی گئی: یا اللہ! بجلی عطا فرما دیجئے...... بھوک لگ رہی ہے: یا اللہ! اچھا کھانا دے دیجئے...... گھر میں داخل ہو رہے ہیں کہیں: یا اللہ! گھر میں اچھا منظر سامنے آئے...... دفتر میں داخل ہونے سے پہلے کہیں: یا اللہ! دفتر جا رہا ہوں، غلط کام سے بچانا...... بازار جا رہے ہیں کہیں: یا اللہ! فلاں چیز خریدنے جا رہا ہوں، مناسب قیمت پر مناسب چیز دِلا دیجئے...... ڈاکٹر کے

پاس دَوا لینے جا رہے ہیں تو کہیں: یا اللہ! ڈاکٹر کے دِل میں صحیح دَوا ڈال دیجئے...... بظاہر یہ معمولی سا کام ہے لیکن آپ کر کے تو دیکھئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

”تم میں سے ہر شخص کو اپنی حاجت اللہ سے مانگنی چاہئے حتیٰ کہ اگر اِس کی جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اللہ سے دُعا کرے“۔ (ترمذی)

یعنی جو معاملات بظاہر آدمی کو اپنے اختیار میں محسوس ہوتے ہیں اُن میں بھی تدبیر کرنے سے پہلے اللہ سے مدد مانگنی چاہئے۔ اِس لیے کہ کسی معاملے میں بھی ہماری کوئی تدبیر اللہ کی توفیق وتائید کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی اور تدبیر سے پہلے دُعا کے معنی یہ ہیں کہ بندہ ہر وقت اپنی عاجزی اور اللہ کی بالادستی کا اِعتراف کر رہا ہے۔ دُعا جس قدر دِل کی گہرائی سے اور اپنے کو جس قدر عاجز اور بے بس سمجھ کر اور اللہ کی قدرت اور رحمت کے جتنے یقین کے ساتھ کی جائے گی اِسی قدر اِس کے قبول ہونے کی زیادہ اُمید ہوگی۔

یہ خیال رکھنا چاہئے کہ دُعا دَراصل اُن دعائیہ الفاظ کا نام نہیں جو زبان سے اَدا ہوتے ہیں۔ الفاظ تو دُعا کا لباس ہیں۔ دُعا کی حقیقت اِنسان کے قلب اور اُس کی روح کی طلب اور تڑپ ہے۔ اگر زبان سے آپ دُعا کے کلمات دُہرا رہے ہوں مگر آپ کی اَصل ہستی کسی اور طرف متوجہ ہو تو نہ آپ نے مانگا اور نہ آپ کو ملے گا۔ دُعا ہمیشہ نیک مقاصد کے لیے کیجئے۔ ساتھ ساتھ اپنی زندگی کو خدا کی ہدایت کے مطابق سنوارنے اور سدھارنے کی کوشش بھی کیجئے۔ وہ ذاتِ بابرکات گنہگاروں کو بھی اَپنے دَر سے خالی نہیں لٹاتی، تاہم حرام کھا کر، حرام پی کر، حرام پہن کر اگر یہ توقع کی جائے کہ میری دُعا قبول ہوگی تو یہ زبردست نادانی اور ڈھٹائی کی بات ہے۔ دعا کو قابلِ قبول بنانے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی کا قول وعمل بھی دین کی ہدایت کے مطابق ہو۔ دُعا کا ایک اَدب یہ ہے کہ کسی دوسرے کے لیے دُعا کرنا ہو تو پہلے اللہ سے اپنے لیے مانگیں اِس کے بعد دوسرے کے لیے۔ دُعا سے پہلے اللہ کی حمد وثنا پھر اُس کے بعد رسول ﷺ پر دُرود بھیجیں، اور اس کے بعد جو چاہے اللہ سے مانگیں۔ آخر میں آمین کہہ کر دُعا ختم کیجئے۔ قبولیتِ دعا کے خاص اوقات یہ ہیں:

① فرض نمازوں کے بعد،
② ختمِ قرآن کے بعد،
③ اَذان اور اِقامت کے درمیان اور سجدہ میں،
④ بارانِ رحمت کے نزول کے وقت،
⑤ میدانِ جہاد میں جنگ کے وقت،
⑥ جس وقت کعبۃ اللہ آنکھوں کے سامنے ہو،
⑦ ایسے بیاباں جنگل میں نماز پڑھ کر جہاں اللہ کے سوا دیکھنے والا کوئی نہ ہو،
⑧ میدانِ جہاد میں جب کمزور ساتھیوں نے بھی ساتھ چھوڑ دیا ہو،
⑨ رات کے آخری حصہ میں۔

استغفار وتوبہ

دُعا ہی کی ایک قسم ’استغفار‘ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں اور قصوروں کی معافی اور بخشش مانگنا۔ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ جو گناہ اور نافرمانی یا ناپسندیدہ عمل بندے سے سرزَد ہو جائے اُس کے برے اِنجام کے خوف کے ساتھ اُس پر اُسے دِلی رنج وندامت ہو اور آئندہ کے لیے اُس سے بچے رہنے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا وہ عزم اور فیصلہ کرے۔

استغفار وتوبہ کے وقت بندہ چونکہ اپنی گنہگاری اور غلطی کے اِحساس کی وجہ سے اِنتہائی ندامت اور اِحساسِ پستی کی حالت میں ہوتا ہے، اور گناہ کی شرمندگی کی وجہ سے مالک کو منہ دِکھانے کے قابل نہیں سمجھتا اس لیے بندے کے اِحساسِ بندگی اور عاجزی کی

جو کیفیت استغفار و توبہ کے وقت ہوتی ہے وہ کسی دوسری دُعا کے وقت نہیں ہوتی بلکہ نہیں ہو سکتی۔ اِسی بناء پر استغفار و توبہ دَراصل اَعلیٰ درجہ کی عبادت اور قربِ الٰہی کے مقامات میں بلند ترین مقام ہے۔

عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ استغفار و توبہ گنہگاروں کا کام ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے خاص مقرب بندے یہاں تک کہ انبیاء جو گناہوں سے محفوظ و معصوم ہوتے ہیں اُن کا حال یہ ہوتا ہے کہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی وہ محسوس کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حق بالکل اَدا نہ ہو سکا۔ اس لیے وہ برابر توبہ استغفار کرتے ہیں۔ بہر حال توبہ و استغفار گنہگاروں کے لیے مغفرت اور رحمت کا ذریعہ اور مقربین و معصومین کے لیے درجات کی بے انتہا ترقی کا وسیلہ ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

"خدا کی قسم میں دِن میں ستر دفعہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ اور استغفار کرتا ہوں"۔ (بخاری)

حضور ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ ہر رات کو اپنی مغفرت و رحمت کا ہاتھ بڑھاتا ہے کہ دِن کے گنہگار توبہ کرلیں اور ہر دِن کو ہاتھ بڑھاتا ہے کہ رات کے گنہگار توبہ کرلیں"۔ (مسلم)

اور "گناہ سے توبہ کرنے والا بالکل اِس آدمی کی طرح ہو جاتا ہے جس نے وہ گناہ کیا ہی نہ ہو"۔ (سنن ابن ماجہ)

ایسی اَحادیث کو سن کر گناہوں پر دلیر ہونا نہیں چاہئے بلکہ اللہ کی محبت بڑھنی چاہئے اور یہ سوچنا چاہئے کہ ایسے رحیم و کریم آقا کی نافرمانی تو بڑا ہی کمینہ پن ہے۔ اَحادیث کا مقصد صرف یہ ہے کہ کسی مومن بندے سے اگر گناہ ہو جائے تو وہ اللہ کی رحمت سے نااُمید نہ ہو بلکہ توبہ کر کے اِس گناہ کے داغ، دھبے دھو ڈالے اور اللہ سے معافی مانگے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اُس کو معاف کر دیں گے اور بجائے ناراضگی اور غصے کے اللہ تعالیٰ اُس سے زیادہ خوش ہوں گے۔ جو شخص یہ سب عمل ہو جانے کے بعد بھی گناہوں سے توبہ کر کے اللہ کی رَضامندی اور رحمت حاصل نہ کرے بلاشبہ وہ بڑا ہی محروم اور بے نصیب ہے۔

بہت سے لوگ اِس خیال سے توبہ میں جلدی نہیں کرتے کہ ابھی کیا ہے، ابھی تو ہم تندرست ہیں، مرنے سے پہلے توبہ کرلیں گے۔ یہ بہت بڑا شیطانی فریب ہے۔ کسی کو معلوم نہیں کہ کب موت آ جائے۔ اِس لیے جب کوئی گناہ ہو جائے تو جلد اَز جلد توبہ کر لینا ہی عقلمندی ہے۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

"صرف اُن لوگوں کی توبہ قبول کرنا اللہ کے ذِمہ ہے جو نادانی سے گناہ کر بیٹھتے ہیں اور پھر جلدی سے توبہ کر لیتے ہیں تو اُن کی توبہ اللہ قبول کرتا ہے اور اللہ بڑا علم والا اور حکمت والا ہے۔ اور اُن لوگوں کی کچھ توبہ نہیں جو (عمر بھر) بُرے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اُن میں سے جب کسی کے بالکل سامنے موت آ جاتی ہے تو کہتا ہے کہ اب میں نے توبہ کی اور نہ اُن کی توبہ قبول ہوگی جو کفر کی حالت میں مرتے ہیں۔ اُن سب کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے"۔ (النساء۴: ۱۷-۱۸)

پس جو زندگی باقی ہے اُسے غنیمت سمجھنا چاہئے اور توبہ کرنے اور اپنی حالت دُرست کرنے میں بالکل دیر نہ کرنی چاہئے۔ معلوم نہیں موت کس وقت سر پر آ جائے اور اُس وقت ہمیں اِس کی توفیق بھی ملے یا نہ ملے۔

عموماً ہم دیکھتے ہیں کہ جو جس حالت میں جیتا ہے وہ اُسی حالت میں مرتا ہے، یعنی ایسا نہیں ہوتا کہ ایک شخص عمر بھر تو اللہ سے غافل رہے، اُس کی نافرمانیاں کرتا رہے، لیکن مرنے

سے ایک یا دو دِن پہلے وہ ایک مرتبہ توبہ کر کے ولی ہو جائے اس لیے جو شخص چاہتا ہے کہ وہ نیکی کی حالت میں مرے، اُس کے لیے ضروری ہے کہ وہ زندگی ہی میں نیک بن جائے، اللہ کے فضل سے اُمید ہے کہ اُس کا خاتمہ ضرور اچھا ہوگا اور قیامت میں نیکوں کے ساتھ اُس کا حشر ہوگا۔

توبہ کے متعلق ایک ضروری بات یہ ہے کہ بندہ اگر کسی گناہ سے توبہ کرلے اور پھر اُس سے وہی گناہ ہو جائے تو بھی اللہ کی رحمت سے ہرگز نااُمید نہ ہو، بلکہ پھر توبہ کرلے اور پھر ٹوٹے، تو پھر توبہ کرلے۔ اِس طرح سینکڑوں، ہزاروں دفعہ بھی اس کی توبہ ٹوٹے تو بھی نااُمید نہ ہو جب بھی وہ سچے دِل سے توبہ کرے گا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اُس کی توبہ قبول کرلیں گے اور اُس کو معاف فرماتے رہیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

"خوشخبری ہو اور مبارک ہو اُس آدمی کو جس کے اعمال نامہ میں استغفار کثرت سے درج ہے"۔ (سنن ابن ماجہ)

اسمائے حسنیٰ

اللہ تعالیٰ کے ذِکر کی ایک بڑی جامع شکل یہ بھی ہے کہ بندہ عظمت اور محبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ناموں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔ جس نے اِن کو محفوظ کیا اور ان کی نگہداشت کی وہ جنت میں جائے گا"۔ (متفق علیہ)

یعنی جو ان صفات کے تقاضوں پر عمل پیرا ہوگا۔

آخری بات

جس طرح بہترین غذا یا دوا اُس وقت تک بے کار اور بے اَثر رہتی ہے جب تک اِنسان صحت کیلئے مضرِ صحت چیزوں سے نہیں بچتا۔ اِسی طرح ذِکرِ الٰہی کی تاثیر کبائر کے ارتکاب اور فرائض کے ترک کی وجہ سے ختم یا کم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ذِکر کے ساتھ اعمالِ صالح بھی نہایت ضروری ہیں۔ ورنہ اِس کی مثال اُس مسافر کی سی ہوگی جو دو گھنٹہ کے لیے تو اپنی منزل کی طرف چلے اور پھر سارا دِن اس کے عین مخالف سمت میں چلتا رہے۔ ایسا شخص منزل پر کیسے پہنچ سکتا ہے؟...... اور اَعمالِ صالحہ 'عملی ذِکر' ہیں۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"جس نے اللہ کی اطاعت کی اُس نے گویا اللہ کا ذِکر کیا"۔ (بحوالہ قرآن مجید، اشرف الحواشی، ص: ۲۹)

آدمی اگر اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے سوتے جاگتے اللہ کے ذِکر کا اہتمام رکھے تو اس کی برکت سے آدمی کے وہ کام بھی عبادت بن جاتے ہیں جو بظاہر دُنیا کے کام خیال کیے جاتے ہیں۔ اللہ کے دِین کی دعوت اور کائنات میں پھیلی ہوئی اللہ کی نشانیوں پر غور بھی اَفضل الذکر ہے۔ اِسی سے ہی ذِکر کے اَصل فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ یہ نہ ہو تو ذِکر محض زبان کی ورزش بن کر رہ جاتا ہے۔ زندگی پر اس کا کوئی مفید اَثر نہیں پڑتا۔ جو شخص ان اَذکار کے بغیر زندگی بسر کر رہا ہے اُس کی حالت اِس سپاہی کی سی ہے جو ہتھیار کے بغیر میدانِ جنگ میں گھس جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ذِکر و دُعا کی دولت حاصل کرنے اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حقیقی زندہ اور تابندہ تعلق کے پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا خاتمہ اس حال میں ہو جس کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا:

"تم دُنیا کو خیر باد کہو اور اُس وقت تمہاری زبان اللہ کے ذِکر سے تر ہو"۔ (مسند احمد) آمین!!

ہدیہ 4 روپے
www.ircpk.com